مقدمہ

اصل کتاب کے مطالعہ سے پہلے حسب ذیل قواعد اچھی طرح مطالعہ فرما کر یاد فرمالیں۔ یہ قواعد بہت ہی کارآمد ہیں۔

قاعدہ ۱

اسناد (راویان حدیث کے سلسلے کو اسناد حدیث اور الفاظ حدیث کو جہاں اسناد ختم ہو، متن حدیث کہتے ہیں) کے لحاظ سے حدیث سے حدیث کی بہت قسمیں ہیں مگر ہم صرف تین قسموں کا ذکر کرتے ہیں حدیث صحیح، حدیث حسن، حدیث ضعیف۔

صحیح: وہ حدیث ہے جس میں چار خوبیاں ہوں: (۱) اس کی اسناد متصل (اگر اسناد میں ایک یا چند راوی چھوٹ گئے ہوں اسے حدیث منقطع کہتے ہیں) ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مؤلف کتاب تک کوئی راوی کسی جگہ چھوٹا نہ ہو (۲) اس کے سارے راوی اول درجہ کے متقی پرہیز گار ہوں۔ کوئی فاسق یا مستور الحال نہ ہو۔ (۳) تمام راوی نہایت قوی الحافظہ ہوں کہ کسی کا حافظہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کمزور نہ ہو (۴) وہ حدیث شاذ یعنی احادیث مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

حسن: وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں۔ یعنی کسی کا تقوی یا قوت حافظہ اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔

ضعیف: وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی متقی یا قوی الحافظہ نہ ہو۔ یعنی جو صفات، حدیث صحیح میں معتبر تھیں ان میں سے کوئی ایک صفت نہ ہو۔

قاعدہ ۲

پہلی دو قسمیں یعنی صحیح اور حسن احکام اور فضائل سب میں معتبر ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف صرف فضائل میں معتبر ہے۔ احکام میں معتبر نہیں۔ یعنی اس سے حلال وحرام ثابت نہ ہوں گے ہاں اعمال یا کسی شخص کی عظمت وفضیلت ثابت ہوسکتی ہے۔

صحیح: ضعیف حدیث جھوٹی یا غلط یا گھڑی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے۔ جیسا کہ غیر مقلدوں نے عوام کے ذہن نشین کرادیا ہے کہ لوگوں نے اسے کھا جانے والا ہوّا سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر اس حدیث کا درجہ پہلی دو سے کچھ کم رکھا ہے۔

قاعدہ ۳

اگر حدیث ضعیف کسی وجہ سے حسن بن جاوے تو وہ بھی مطلقاً معتبر ہے۔اس سے احکام وفضائل سب کچھ ثابت ہوسکتے ہیں۔

قاعدہ ٤

حسب ذیل چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے۔

(۱) دویا زیادہ سندوں سے روایت ہوجانا اگر چہ وہ سب اسنادیں ضعیف ہوں۔یعنی اگر ایک حدیث چند ضعیف روایتوں سے مروی ہو جاوے تو اب وہ ضعیف نہ رہی حسن بن گئی۔ (مرقات،موضوعات کبیر،شامی،مقدمہ مشکوٰۃ شریف مولانا عبدالحق،رسالہ اصول حدیث للجرجانی اول ترمذی شریف وغیرہ)

(۲) علماء کاملین کے عمل سے ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے۔یعنی اگر حدیث ضعیف پر علماء دین عمل شروع کر دیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی،حسن ہوجاوے گی اس لئے امام ترمذی فرمادیتے ہیں:

هٰذا الحديث غريب ضعيف و العمل عليه عند اهل العلمo

ترجمہ: یہ حدیث ہے تو غریب یا ضعیف مگر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حدیث ہے تو ضعیف نا قابل عمل،مگر علماء امت نے بیوقوفی سے عمل کرلیا اور سب گمراہ ہوگئے۔ بلکہ مطلب یہ ہی ہے کہ حدیث روایت کے لحاظ سے ضعیف تھی۔مگر علماء امت کے عمل سے قوی ہوگئی۔

(۳) علماء کے تجربہ اور اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے۔شیخ محی الدین ابن عربی نے ایک حدیث سنی تھی کہ جو ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھے،اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ایک دفعہ ایک جوان نے کہا کہ میں اپنی مری ہوئی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔شیخ نے ستر ہزار بار کلمہ پڑھا ہوا تھا۔اپنے دل میں اس کی ماں کو بخش دیا دیکھا کہ جوان ہنس پڑا اور بولا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت اس ولی کے کشف سے معلوم کی (صحیح البہاری) تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم میں یہ ہی واقعہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا۔

قاعدہ ۵

اسناد کے ضعیف سے متن حدیث کا ضعیف لازم نہیں۔لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث ایک اسناد میں ضعیف ہو

دوسری اسناد میں حسن ہو، تیسری میں صحیح، اسی لئے امام ترمذی ایک حدیث کے متعلق فرمادیتے ہیں:

ھٰذا الحدیث حسن صحیح غریب o

ترجمہ: یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی ہے غریب بھی۔

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ ہی ہوتا ہے کہ یہ حدیث چند سندوں سے مروی ہے ایک اسناد حسن ہے، دوسری سے صحیح، تیسری سے غریب۔

قاعدہ ۶

بعد کا ضعف اگلے محدث یا مجتہد کے لئے مضر نہیں۔لہٰذا اگر ایک حدیث امام بخاری یا ترمذی کو ضعیف ہوکر ملی ہو۔کیونکہ اس میں ایک راوی ضعیف شامل ہو گیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہی حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سند صحیح سے ملی ہو۔آپ کے زمانہ تک وہ ضعیف راوی اس کی اسناد میں شامل نہ ہوا۔لہٰذا کسی وہابی کو یہ ثابت کرنا آسان نہیں کہ یہ حدیث امام اعظم کو ضعیف ہوکر ملی۔

لطیفہ: ایک دفعہ ایک وہابی غیر مقلد سے قراءۃ خلف الامام پر ہماری معمولی گفتگو ہوئی۔ہم نے یہ حدیث پیش کی:

قراءۃ الامام لہٗ قراءۃ o

ترجمہ: امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

وہابی جی بولے: کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی اسناد میں جابر جہنی ہے جو ضعیف ہے ہم نے پوچھا کہ جابر جہنی کب پیدا ہوا تھا۔جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔تڑپ کر بولے: ۳۳۵ھ میں۔ہم نے کہا کہ جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا تھا تب جابر اپنے باپ کی پشت میں بھی نہ آئے تھے۔کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہے اور وفات ۱۵۰ھ میں، لہٰذا اس وقت یہ حدیث بالکل صحیح تھی۔ بعد کے محدثین کو ضعیف ہوکر ملی۔وہابی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔بغیر جواب دیے فوت ہوگئے۔

لہٰذا حنفی علماء کو خیال رکھنا چاہیئے کہ وہابی کو ضعیف ضعیف کہنے سے روکیں۔وجہ ضعف پوچھیں پھر یہ تحقیق کریں کہ ضعف امام اعظم سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔انشاء اللہ وہابی جی پانی مانگ جائیں گے اور ضعیف ضعیف کا سبق بھول جائیں گے۔کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب ہے۔اس وقت حدیثیں بہت کم ضعیف تھیں امام

صاحب تابعی ہیں۔

قاعدہ ۷

جرح مبہم قابل قبول نہیں۔یعنی کسی ناقد حدیث خصوصاً ابن جوزی وغیرہ کا یہ کہہ دینا کہ فلاں حدیث یا راوی ضعیف ہے غیر معتبر ہے۔ جب تک یہ نہ بتائے کہ کیوں ضعیف ہے۔اور اس راوی میں کیا ضعف ہے۔کیونکہ وجہ ضعف میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ایک چیز کو بعض عیب سمجھتے ہیں،بعض نہیں۔ دیکھو تدلیس،ارسال،گھوڑے دوڑانا،مذاق،نو عمری،فقہ میں مشغولیت کو بعض لوگوں نے راوی کا عیب جانا ہے۔مگر حنفیوں کے نزدیک ان میں سے کچھ بھی عیب نہیں (نور الانوار بحث طعن علی الحدیث)

قاعدہ ۸

اگر جرح وتعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل قبول ہے نہ کہ جرح۔یعنی ایک راوی کو محدث نے ضعیف کہا کسی نے اسے قوی فرمایا۔بعض تواریخ سے اس کا فسق ثابت ہوا بعض نے فرمایا کہ وہ متقی صالح تھا تو اسے متقی مانا جاوے گا۔اور اس کی روایت ضعیف نہ ہوگی۔کیونکہ مومن میں تقویٰ اصل ہے۔

قاعدہ ۹

کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا ضعیف ہونا لازم نہیں۔لہٰذا اگر کوئی محدث کسی حدیث کے متعلق یہ فرما دیں کہ یہ صحیح نہیں اس کے معنی یہ نہیں کہ ضعیف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث حسن ہو۔صحیح وضعیف کے درمیان بہت درجے ہیں۔

قاعدہ ۱۰

صحیح حدیث کا دارومدار مسلم بخاری یا صحاح ستہ پر نہیں۔صحاح ستہ (حدیث کی چھ کتابیں صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔ بخاری،مسلم،ترمذی،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ،حدیث کی کل مشہور کتب پچاس سے زیادہ ہیں) کو صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی ساری حدیثیں صحیح ہیں ان کے سوا دوسری کتب کی ساری حدیثیں ضعیف،بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ان میں صحیح حدیثیں زیادہ ہیں۔ ہمارا ایمان حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے نہ کہ محض بخاری و مسلم وغیرہ پر۔حضور کی حدیث جہاں سے ملے ہمارے سر آنکھوں پر ہے بخاری ہو نہ ہو۔تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔مگر مسلم بخاری پر ایسا ایمان رکھتے ہیں اور ان کی ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

قاعدہ ۱۱

کسی عالم فقیہ محدث کا کسی حدیث کو بغیر اعتراض قبول کر لینا اس حدیث کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی فقیہ عالم مجتہد ضعیف حدیث کو قبول فرماوے تو اس سے وہ ضعیف قوی ہو جاوے گی۔ ولی الدین محمد ابن عبداللہ خطیب تبریزی صاحب مشکوٰۃ خطبہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

وانی اذا اسندت الحدیث الیھم کانی اسندت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم٥

ترجمہ: میں نے جب حدیث کو ان محدثین کی طرف منسوب کر دیا تو گویا حضور ﷺ کی طرف ہی منسوب کر دیا۔

ان قواعد سے آپ سمجھ گئے ہوں گے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں کوئی ضعیف نہیں ہوسکتی، ان پر علماء فقہاء نے قبول فرمایا لیا ہے ان پر امت کا عمل ہے ان کو علماء فقہاء نے قبول فرمالیا ہے ان میں سے ہر حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ فقیر حقیر ان شاء اللہ ہر مسئلہ پر اتنی حدیثیں پیش کرے گا جن سے کوئی حدیث ضعیف نہ کہی جاسکے گی کیوں کہ اسنادوں کی کثرت ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے۔ احمد یار خان

قاعدہ ۱۲

اگر حدیث و قرآن میں تعارض نظر آئے تو حدیث کے معنی ایسے کرنے چاہئیں جس سے دونوں میں موافقت ہو جاوے، تعارض جاتا رہے۔ ایسے ہی اگر حدیثیں آپس میں مخالف معلوم ہوں تو ان کے ایسے معنی کرنے لازم ہیں کہ مخالفت نہ رہے اور سب پر عمل ہو جاوے اس کی مثال یہ ہے کہ رب فرماتا ہے:

فاقرء واماتیسر من القراٰن٥ (مزمل: ۲۰)

ترجمہ: جس قدر قرآن مجید آسان ہو نماز میں پڑھ لو۔

لیکن حدیث شریف میں ہے:

لاصلوٰۃ لمن لم یقرابفاتحۃ الکتاب٥

ترجمہ: جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

یہ حدیث اس آیت کی مخالف معلوم ہوتی ہے لہٰذا حدیث کے معنی یہ کرو کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ مطلقاً قرأت نماز میں فرض ہے اور سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب، تعارض اٹھ گیا اور قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو گیا۔

نیز رب فرماتا ہے۔

واذاقری القراٰن فاستبعوا لہٗ وانصتواo (اعراف:۲۰۴)

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو۔

لیکن حدیث شریف میں ہے:

لاصلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتابo

ترجمہ: جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

یہ حدیث اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مطلقاً خاموشی کا حکم دیتا ہے اور حدیث شریف مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتی ہے۔لہٰذا یہ مانو کہ قرآن کا حکم مطلق ہے۔اور حدیث شریف کا حکم اکیلے نمازی یا امام کے لئے ہے۔مقتدی کے لئے امام کو پڑھ لینا کافی ہے کہ یہ اس کی حکمی قراءت ہے،غرضیکہ یہ قاعدہ نہایت اہم ہے اور اگر کوئی حدیث آیت قرآنی کے یا اپنی سے اوپر والی حدیث کے ایسے مخالف ملے کہ کسی طرح مطابقت ہو ہی نہ سکے تو پھر قرآن کریم یا اس سے اوپر والی حدیث کو ترجیح ہوگی اور یہ حدیث قابل عمل نہ ہوگی۔یہ حدیث منسوخ مانی جاوے گی۔یا حضور کی خصوصیات میں سے شمار ہوگی۔اس کی بہت مثالیں ہیں۔

قاعدہ ۱۳

حدیث کا ضعیف ہو جانا غیر مقلدوں کے لئے قیامت ہے کیونکہ ان کے مذہب کا دارومدار ان روایتوں پر ہی ہے روایت ضعیف ہوئی تو ان کا مسئلہ بھی فنا ہوا۔مگر حنفیوں کے لئے کچھ مضر نہیں۔کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں ان کی دلیل صرف قول امام ہے۔قول امام کی تائید یہ روایتیں ہیں۔ہاں امام کی دلیل قرآن و حدیث ہیں۔مگر امام صاحب کو جب حدیثیں ملیں تو صحیح تھیں کہ ان کی اسنادیں یہ نہ تھیں جو مسلم بخاری کی ہیں اگر پولیس ملزم کو جیل میں دیدے تو پولیس کی دلیل حاکم کا فیصلہ ہے نہ کہ تعزیرات ہند کے دفعات،ہاں حاکم کی دلیل یہ دفعات ہیں یہ بات یاد رکھو۔تقلید اللہ کی رحمت ہے غیر مقلدیت رب کا عذاب۔